شاعر کی راتیں
جوش ملیح آبادی
کلیم بک ڈپو فتحپوری دہلی

بنام قوت وحیات

شاعر کی راتیں

از

جوش ملیح آبادی

ناشر کلیم بک ڈپو، گلی کندلہ کشاں، بازار فتحپوری، دہلی

پیغمبرِ اسلام

خواجۂ دوجہاں، سرورِ کائنات، آنحضور حضرت محمّد
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور پیغمبری پر

حضرت جوشؔ ملیح آبادی

کا وہ غیر فانی شہ پارہ ہے، جس کی رفعت وعظمت کے سامنے قصرِ کفر سرنگوں ہے، ثبوتِ پیغمبری کے باب میں اس لافانی شاہکار کے انوکھے استدلال دل میں تیر کی مانند اُتر جاتے ہیں، ازلی الہامات سے دماغ میں یزدانی نُور سرایت کر جاتا ہے، اور اس کے دلائلِ قاطع کے سامنے ادراک منطق چھانٹنا بھول جاتا ہے، شاعرِ انقلاب پر جب خاص سرشاریت کا عالم طاری ہوا، اُسی وقت انھوں

/6370

نے اِس نظم کو کہنا شروع کردیا۔ چار روز کی ریاضتِ شاقہ اور یکسوئی قلب سے جو کچھ حاصل ہوا حرف بحرف وہی صفحۂ قرطاس پر تحریر کیا گیا ہے۔ جب تک یہ نظم مکمل نہ ہولی حضرتِ جوش نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ اور نہ خلوت سے باہر تشریف لائے۔

یہ نظم نہایت پاکیزگی سے بہترین کاغذ پر چھاپی گئی ہے اسکے علاوہ

آنحضرتؐ کے روضۂ پاک کی تصویر

بھی ہے جس نے کتاب کی خوبصورتی کو دو بالا کردیا ہے۔ آج ہی درخواست بھیجدیجئے۔ ورنہ کفِ افسوس ملنا پڑے گا۔

قیمت دس آنے، علاوہ محصولڈاک

نوٹ:۔ بارہ آنے کے ٹکٹ روانہ فرمائیے۔ وی پی منگانے سے خواہ مخواہ چھ آنے کا اور زیر بار ہونا پڑے گا۔

ملنے کا پتہ

کلیم بک ڈپو، گلی کندلہ کشان، بازار فتحپوری دہلی

آغا شاعر کے سو شعر

اس مختصر مجموعہ میں حسن و عشق، سوز و گداز، راز و نیاز، اور خلوت و جلوت کے بہترین مُرقعے، دلّی زبان کے دلکش محاورے۔ ہر شعر زبانی یاد کرنے اور مجمع احباب، قومی و ملکی جلسوں اور ہر موقع و محل پر پڑھنے کے قابل ملے گا۔ غرضکہ ہر مذاق کے لئے بہترین سرمایہ ہے۔ شاعر انقلاب کا بلند پایہ مقدمہ بھی کتاب کی زینت ہے۔ قیمت ۵ر علاوہ محصول

~~~~~~~~~~~~~~~~~

خمارستان

نثر میں شاعری کے بہترین اسلوب، فطرت کے جاں نواز مناظر، دلّی کی ٹکسالی زبان کا مجموعہ۔ یہ ہندوستان کے جلیل القدر شاعر، جہان استاد، افسر الشعراء حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی کا ادبی کارنامہ ہے۔ جس پر موجودہ زمانے کے سب سے بڑے ادیب علامہ نیاز فتحپوری نے نہایت بلند پایہ مقدمہ تحریر فرمایا ہے قیمت عمر

ملنے کا پتہ۔ **کلیم بک ڈپو، گلی کندلہ کشان، بازار فتحپوری، دہلی**
~~~~~~~~~~~~~~~~~

صحافت کے ذریعے

ہندوستانی ذہنیت میں زبردست انقلاب

پیدا کرنے کی اردو زبان میں پہلی کوشش

مصوّر ماہنامۂ کلیم

زیر ادارت شاعرِ انقلاب حضرت جوشؔ ملیح آبادی

عمدہ تصاویر سے مزیّن، طباعت و کتابت دیدہ زیب، سالانہ چندہ چھ روپے، ششماہی تین روپے

جس میں شاعرِ انقلاب کا تازہ بتازہ و نو بنو کلام ہر ماہ شائع ہوتا ہے۔ ہر صاحبِ عقل ہندوستانی کو جو اس دور کے رجحانات سے واقف ہے اس کا شدید احساس ہے کہ ہندوستان کو اس وقت ذہنی انقلاب کی فوری اور اشد ضرورت ہے، اور موجودہ تعصبات اور تنگ نظری کو فنا کر کے ملک میں آزاد خیال برادری کی بنیاد ڈالنا وقت کی سب سے پہلی ضرورت ہے۔

اگر آپ کو اس مقصدِ عظیم سے ہمدردی ہے تو براہِ کرم "کلیم" کی خریداری منظور فرما کر ہندوستان کے اربابِ فکر کا ہاتھ بٹائیے۔ ٹھوس اور سنجیدہ مضامین کے دوش بدوش "کلیم" میں سب کچھ ہوگا، جسے رومان اور رنگینی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایک سہ رنگی اور چار یک رنگی تصاویر بھی شائع ہوتی ہیں۔ نمونہ کا پرچہ ۹؍ کے ٹکٹ موصول ہونے پر روانہ کیا جاتا ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر رسالہ کلیم گلی کندلہ کشاں بازار فتحپوری دہلی

کلیم بُک ڈپو کی کتابیں

کلیم بک ڈپو سے ہندوستان کے مندرجہ ذیل مشہور اداروں کی اشاعتوں کی کتابیں مہیا کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ تمام شائقین علم اور تاجران کتب کلیم بک ڈپو کے اس زبردست ذخیرہ سے فایدہ اٹھائیں۔

اردو بک سٹال	ایوانِ اشاعت	مبارک علی۔
الناظر بک ایجنسی	جامعہ عثمانیہ	مسلم یونیورسٹی
الہلال بک ایجنسی	دارالاشاعت پنجاب	مکتبہ ابراہیمیہ
انجمن ترقی اردو	دار المصنفین	مکتبہ عرب
انڈین پریس	ساقی بک ڈپو	نظامی پریس
انوار احمدی پریس	صدیق بک ڈپو	نولکشور
ایجوکیشنل بک ہاؤس	عصمت بک ایجنسی	ہندوستانی اکاڈمی
ایسٹرن لٹریچر کمپنی	قومی کتب خانہ	. . . .
ایشیاٹک سوسائٹی بنگال	کتابستان	. . . .

منیجر کلیم بک ڈپو۔ گلی کندلکشاں۔ بازار مٹیا محل؟ دہلی

سُنہری رات

کیا میکدے کی رات نشاط آفریں ہے آج
گلرنگ مَوجِ بادہ سے اُن کی جبیں ہے آج
ہر لغزشِ قدم سے ٹپکتے ہیں زمزمے
ہر جُنبشِ نگاہ سرود آفریں ہے آج
بچپن شوخیوں سے ہے چشمِ حیا پرست
تمکیں سے بے خبر نگہ شرمگیں ہے آج
ہر شے پر آسماں سے برستی ہیں رونقیں
ہر ذرہ کائنات کا اک نازنیں ہے آج
جس جامِ زَر کو چُومے لعلِ شکر فروش
جس غُنچے کو دیکھے زہرہ جبیں ہے آج

قُل ہے دلبرِ بادہ پرستوں کو دو نوید
چُپ چُپ کے پینے والوں کی پُرسش نہیں ہے آج
پھیلی ہوئی ہے عرش سے تا فرش چاندنی
نیلم ہے چرخ، لعلِ بدخشاں زمیں ہے آج
قند و شکر میں غرق ہیں کام و دہن تمام
خُم میں شرابِ تلخ بہ از انگبیں ہے آج
ساقی کی نے میں بر لبِ داؤد کا ہے سوز
صہبا کی بُو میں نکہتِ خُلدِ بریں ہے آج
مینا سے رنگِ عارضِ سلمےٰ ہے آشکار
ساغر میں حُسنِ لیلئ محمل نشیں ہے آج
ساقی پر اِس بلا کی پھبن ہے کہ الاماں
قُربان اِک نگاہ پر دُنیا و دیں ہے آج

چھائی ہوئی ہے ارض و سما پر وہ بیخودی
تو یہ کہے کہ ہوش میں دنیا نہیں ہے آج
صہبا کی موج عقدِ ثریا سے ہے بلند
پائے سبو پہ جوشِ سخن آفریں ہے آج

مست رات

کل رات کو ساقی نے عجب دُھوم مچادی
آنکھوں میں جو کھنچتی ہے وہ صہبا بھی پلادی
مے ناز کی نزدیک سے چھلکا کے دمِ رقص
بو دُور سے مہکی ہوئی زُلفوں کی سُنگھادی
آنے لگیں ہونٹوں پہ تبسّم کی جو لہریں
رُو کوثر و تسنیم کی آنکھوں میں دکھا دی
عارض پہ جو حلقہ سا پڑا وقتِ تبسّم
تصویر سُلیماں کے نگینے کی بنا دی
سرنشے میں تھوڑا سا جھکا، اور اُمٹی آنکھ
گویا درِ میخانہ کی زنجیر ہلا دی

سینے پہ پڑا آنسر کے جُھکانے سے جو سایہ
اُس سایۂ شب گوں نے مری نیند اُڑا دی
سرشار جوانی کی وہ بدمست لگاوٹ
لہجے نے چھپا لی تو نگاہوں نے دکھا دی
مستانہ غزل چھیڑ کے بیلا جو اُٹھا یا
قرباں تری آواز کے زہرانے صدا دی
نظروں کو کیا شوخئ مے نے کبھی آزاد
پلکوں کو حیا نے کبھی زنجیر پنہا دی
آشفتہ مزاجوں کو کبھی ناز سے دیکھا
گستاخ نگاہوں کو کبھی آنکھ دکھا دی
دنیا کا کوئی ساز جسے چھو نہیں سکتا
ہونٹوں پہ زباں پھیر کے وہ دُھن بھی سُنا دی

انگڑائی جو آئی تو کچھ اِس لوچ سے دیکھا
آنکھوں نے کیا شکر، تمنا نے دُعا دی
المختصر آنکھوں میں مری ڈال کے آنکھیں
معلوم نہیں آگ لگا دی کہ بجُھا دی
پیمانہ ترا گرم رہے جوش کہ تُو نے
رِندوں کو شبِ قدر کی تصویر دکھا دی

التفات کی رات

تعالیٰ اللہ کہ وہ دلدارِ شیریں
ہوا ہے ہمسرا میں جانِ غمگیں
مبارک اے کبوترِ لطفِ پرواز
نہیں اب خطرۂ شہباز و شاہیں
ترانے چھیڑ اے بلبل طرب کے
کہ زیرِ سنگ ہے دامانِ گلچیں
عجب شب ہے کہ بیداری کے باوصف
میسر ہے سکونِ خوابِ نوشیں
خوشا طالع کہ میرے بازوؤں پر
مچلتی ہے وہ زلفِ عطر آگیں

ہُوئی ہے پھر ہوائے حُسن گُلبار
ہوا ہے پھر مشامِ عشق مُشکیں
زمیں پر ہے بہارِ لالہ و گُل
فلک پر ہے فروغِ ماہ و پرویں
حدیثِ لُطف سے گرما رہے ہیں
مرے سینے کو وہ لبہائے رنگیں
معاذ اللہ خرامِ نازِ جاناں
نچھاور ہر قدم پر جانِ شیریں
جبیں پر آب و تابِ موجِ افشاں
کمر پر اضطرابِ زُلفِ مُشکیں
محبت کامران و شادماں ہے
بُھلا دو قصۂ فرہاد و شیریں

ٹھہرائے شرحِ شوق وعشقِ گستاخ
اُڑا جاتا ہے اُن کا رنگِ تمکیں
جھکی جاتی ہیں چشمِ سرمہ آگیں
وہ شاہِ حُسن اور مہماں ہو تیرا
خدا کا شُکر کر اے جوشِ مسکیں!

صلح کی رات

نہ جانے رات کو تھا کون زینتِ پہلو
مچل رہی تھی ہوا میں شراب کی خوشبو
حریمِ صلح میں قایم تھا ایک مرکز پر
مزاجِ عشق و تقاضائے حسنِ عربدہ جو
وفا کی انجمنِ ناز میں تھی شیر و شکر
جراحتِ دلِ صد چاک و تیغِ صاعقہ خو
مٹا چکا تھا فلک فرقِ ساغر و سنداں
بھلا چکا تھا زمانہ نزاعِ سنگ و سبو
ہوا کی جیب میں تھا تیر از کماں رفتہ
کشش کے دام میں تھی کاوشِ رمِ آہو

بساطِ عیش پہ خوابیدہ تھا غمِ دوراں
شرابِ ناب کی موجوں میں غرق تھے آنسو
اُدھر محیطِ فلک پر فسونِ نجم و قمر
اِدھر حریمِ تمنا میں نرگسِ جادو
اُدھر اُڑا ہوا طُولِ شبِ فراق کا رنگ
اِدھر شباب پر آرائشِ خمِ گیسو
چھڑی ہوئی ہے حکایتِ شبِ تمنا کی
تڑپ کے جوش پھر اک بار نعرۂ یاہُو"

راز و نیاز کی رات

نہ جانے رات کو کیا میکدے میں شغلہ تھا
کہ ہر نفس میں قیامت کا جوش و ولولہ تھا
بساطِ خاک سے تا اوجِ ثابت و سیار
شمیم کاکُلِ عنبر فشاں کا سلسلہ تھا
ترانہ ریز تھی نبضِ حیات کی جُنبش
ضمیرِ شب میں وہ پنہاں خروش و ولولہ تھا
تپاں تھا دائرۂ چرخ و عالمِ ارواح
نیاز و ناز میں کیا جانے کیا معاملہ تھا
کبھی ہلال چمکتا تھا، اور کبھی خنجر
میانِ حُسن و محبت عجیب مرحلہ تھا

اُدھر تھی لرزشِ صہبا، اِدھر خرامِ حبیب
نرالی بحث چھڑی تھی، نیا مقابلہ تھا
زباں پہ آئیں تو ہر لفظ سے لہو ٹپکے
ہر ایک سانس میں اُن ولولوں کا قافلہ تھا
دلِ دنگار میں تھی کچھ لطیف گفت و شنود
نہ جانے شکر تھا ہمدم کہ شکوہ و گلہ تھا
لرز رہے تھے شگوفے، تڑپ رہے تھے نجوم
چھڑا ہوا نہیں معلوم کون مسئلہ تھا
نگاہِ یار کی یوں اُٹھ رہی تھی جھک جھک کر
زمین رقص میں تھی آسماں پہ زلزلہ تھا
ہزار شکر ذرا بھی کمی نہ کی اے جوشؔ
اگرچہ دیکھنے میں یار تنگ حوصلہ تھا

انتظار کی رات

کس نے وعدہ کیا ہے آنے کا　　حُسن دیکھو غریب خانے کا
دل میں ہے خوش سلیقگی بیدار　　آج گھر، گھر بنا ہے پہلی بار
غرق ہے رُوح خوش جمالی میں　　نظم ہے طرحِ لااُبالی میں
رُوح کو آئینہ دِکھاتے ہیں　　در و دیوار مُسکراتے ہیں
جمع ساماں ہے عیش و عشرت کا　　خوف دل میں فریبِ قسمت کا
سوزِ قلبِ کلیم آنکھوں میں　　اشکِ اُمید و بیم آنکھوں میں
چشم بر راہ شوق کے مارے　　چاند کے انتظار میں تارے

رات بھیگی، شگفتہ بار ہوا　　رنگ کلیوں میں آشکار ہوا
شب کی زُلفِ سیاہ پیاک ہجل　　بھیگ کر اور ہوگئی بوجھل

اک جہاں چشمِ تر میں گرد ہوا   دل وہ دھڑکا کہ رنگ زرد ہوا

دفعتہً اک چمک سی دوڑ گئی   بام و در پر جھلک سی دوڑ گئی

دل میں چمکی امید کی بجلی   اُنگلیاں اور ہو گئیں ٹھنڈی

اپنی خندِ وفا ہوئی محسوس   اُن کی آوازِ پا ہوئی محسوس

جل اُٹھی شمع دل کی محفل میں   صبح گویا ہوئی بنارس میں

نارنظروں کے دمبدم کانپے   لڑکھڑائی زباں، قدم کانپے

نہ رہا سلسلہ وہ آہوں کا   رشتہ ٹوٹا مری نگاہوں کا

آ بے وہ، اشک تھم گئے بارے
چاند نکلا، شبک ہوئے تارے

اشکوں کی رات

ایک لذتِ لطیف ہلکی سی ۔۔۔ جیسے بُو، ناشگفتہ کلیوں کی
جاں فزا حرفِ دلنشیں جیسے ۔۔۔ طفل کا خوابِ شکریں جیسے
جیسے ہلکے سے ابر میں خورشید ۔۔۔ خواب میں جیسے روئے یار کی دِید
بَن میں جس طرح جھومتی برسات ۔۔۔ موسمِ گُل کی جیسے پچھلی رات
جیسے کوئل کی دُور سے کُوکُو ۔۔۔ مست جیسے عروس کی خوشبو
دل میں جس طرح میکشی کی ترنگ ۔۔۔ دھوپ میں بُوندیوں کا جیسے رنگ
نرم ۔ لعلِ شکرنشاں کی طرح ۔۔۔ دل نشیں مرگِ ناگہاں کی طرح
الغرض وہ فسوں اثر لذت ۔۔۔ جس میں ملفطاں ہیں گوہرِ عشرت
رات جس وقت بھیگ جاتی ہے
میرے اشکوں میں مسکراتی ہے

برسات کی رات

بھری برسات میں جس وقت آدھی رات کے بادل
سیہ پرچم اُڑاتے ہیں، بجھا کر چاند کی مشعل
مکاں کے بام و دَر بجلی کی رَو میں جب چھلکتے ہیں
ٹپک بوندوں سے دروازوں کے شیشے جب کھنکتے ہیں
سیاہی اتنی چھا جاتی ہے جب ہستی کی محفل میں
تصوّر تک نہیں رہتا سحر کا، رات کے دِل میں
اُمنگیں، رُوح میں اُٹھتی ہیں جب یادِ الٰہی کی
فضا میں پیچ و خم کھاتی ہیں زُلفیں جب سیاہی کی
ستارے دفن ہو جاتے ہیں جب آغوشِ ظلمت میں
لپک اُٹھتا ہے اک کوندا سا جب شاعر کی فطرت میں

کڑک سے آنکھ کھُل جاتی ہے جب کم سِن حسینوں کی
جھلک اُٹھتی ہے موجِ برق سے افشاں جبینوں کی
ہوائے دِلستاں جب راگ ساون کے سُناتی ہو
کسی کافر کی جب رہ رہ کے دِل میں یاد آتی ہے
لبِ فطرت جب اِتنے متصل ہوتے ہیں کانوں سے
کہ گونج اُٹھتا ہے دِل میرا محبت کے فسانوں سے
سمِٹ جاتی ہے جب بجلی، دکھا کر ابر سے جھلکی
فلک پر دفعتہ جب سانس رُک جاتی ہے بادل کی
فلک پر نُور کی جس وقت بَن جاتی ہیں تصویریں
شگافِ ابر میں جب کانپنے لگتی ہیں تنویریں
نظر آتے ہیں کچھ شعلے سے جب ظُلمت کے دامن میں
شکن بجلی کی، جب تبدیل ہو جاتی ہے روزن میں

معاً اک حُور اس روزن میں آکر مُسکراتی ہے
اِشاروں سے مجھے اپنی گُمناؤں میں بُلاتی ہے

بدمست رات

وہ یار پری چہرہ کہ کل شب کو بہ صد ناز   طوفاں تھا، تلاطم تھا، چھلاوا تھا، شرارا

خوش چشم و خوش انداز و خوش آواز و خوش اندام   مہ پارہ و مہ طلعت و مہتاب نظارا

گل پیرہن و گلبدن و گل رُخ و گلرنگ   ایماں شکن، آئینہ جبیں، انجمن آرا

گل بیز و گہر ریز و گہر بار و گہر تاب   کلیوں نے جسے رنگ دیا گل نے سنوارا

صبحِ گلِ نوخاستہ و شامِ شگوفہ   مر رہنے کا ساماں تو جینے کا سہارا

آئینۂ رُخسار پہ اک خالِ سیہ تاب   پیشانیٔ گلرنگ پہ آنچل کا کنارا

آنکھوں کے جھپکنے میں تقاضائے تلطّف   پلکوں کے جھپکنے میں تمنّائے مُدارا

وہ لب کہ مہِ نو کی دھڑکنے لگے چھاتی   وہ آنکھ کہ موتی کو نہ ہو صبر کا یارا

کلیوں کی نمائش میں اگر ہو تبسّم   ہو اُس کے ہی ہونٹوں کی طرف کثرتِ آرا

نظریں جو اُٹھا دے تو لرزنے لگے خورشید   ابرو کو جو بل دے تو ہو مہتاب دوپارا

اللہ ری بدن کی تابش شبِ مہ میں — سلما جو دمکتا تھا جھلکتا تھا ستارا
تھا میری نگاہِ طرب آموز کا پابند — رنگِ لب و رخسار کا چڑھتا ہوا پارا
صندل کی دمک تھی عرق آلودہ جبیں پر — یا شام کو پانی میں تڑپتا ہوا تارا
نغموں کے تلاطم سے تھا جنبش میں لبِ لعل — موجوں کے تھپیڑوں میں تھا دریا کا کنارا
ہر سانس میں اپنے ہی یہ پیچیدہ جوانی — ہر گام پہ لیتا ہوا زلفوں کا سہارا
اس طرح تبسم میں تحکم کی گھلاوٹ — جس طرح مئے تند کی تلخی ہو گوارا
سرشار جوانی تھی کہ اُمڈے ہوئے بادل — شادابِ تبسم تھا کہ جنت کا نظارا
زلفیں تھیں کہ ساون کی مچلتی ہوئی راتیں — شوخی تھی کہ سیلاب کا مڑتا ہوا دھارا
کاکل کے خم و پیچ سے افشاں کا جھمکنا — ظلمات سے تھا چشمۂ حیواں کا اشارا
رخ بات کا اقرار سے انکار کی جانب — جس طرح ہرن دشت میں بھرتا ہے ترارا

اللہ کرے وہ صنمِ دشمنِ ایماں
مچلے کسی شب جوش کے پہلو میں دوبارا

جوانی کی رات

شب کے حریم ناز میں شور بصد اضطراب تھا
عشق بھی تھا برہنہ سر حُسن بھی بے نقاب تھا
آنکھوں میں رُوئے یار تھا، آنکھیں تھیں رُوئے یار پر
ذرّہ تھا آفتاب میں، ذرّے میں آفتاب تھا
خشک تکلفات کی ٹوٹ چکی تھیں سب حدیں
چشمِ بے دریغ تھی، خندۂ بے حجاب تھا
سر پہ صُراحیاں لئے رقص کُناں تھے مغبچے
نرگسِ نیم باز میں رنگِ شرابِ ناب تھا
معرکۂ عظیم تھا ناز میں اور نیاز میں
زُلف میں بھی تھی برہمی، دل کو بھی پیچ و تاب تھا

موجِ ہوا میں عطر تھا، چھٹکی ہوئی تھی چاندنی
پھول تھے صحنِ باغ میں، چرخ پہ ماہتاب تھا
عشق کی نبضِ شوق میں دوڑ رہی تھیں بجلیاں
حُسن کے دستِ ناز میں شعلہ فشاں رباب تھا
پرتوِ یار اِس طرف، رامشِ ورنگ اُس طرف
چشم بھی فتحمند تھی، گوش بھی کامیاب تھا
وردے قلب چُور تھے، کیف سے رُوح مست تھی
سوز بھی بے نظیر تھا، ساز بھی لاجواب تھا
ہونٹوں کو وقتِ گفتگو جو تھی سو تھی شگفتگی
بات جو تھی سو پھول تھی، پھول جو تھا گلاب تھا
اور سحر کو ہمنشیں آنکھ کھلی تو کیا کہوں؟
پھول پڑے تھے خاک پر، چرخ پر آفتاب تھا

توبہ شکن صراحیاں فرش پہ چُور چور تھیں
خُلد فروش جامِ زر شرم سے آب آب تھا
نغمہ و رقص کی صدا ایک فسردہ گونج تھی
شمع و فراق کا سماں ایک پریدہ خواب تھا
لرزشِ بادہ و خمِ زُلفِ سیاہ کے عوض
تھا تو چراغِ کُشتہ کے دود کا پیچ و تاب تھا
صبح کے سقف و بام میں گونج رہی تھی یہ صدا
رات نہ تھی وہ کینت کی جوشِ ترا شباب تھا

خواب کی رات

سناٹا چھایا رات کا ہے، مخلوق خدا کی خواب میں ہے
تاروں کی نگاہیں نیچی ہیں، ہلکی سی چمک مہتاب میں ہے
اطراف میں روشن والوں کے، کچھ نور سا دھیما دھیما ہے
دیواروں کے نیچے گلیوں میں پُر ہول اندھیرا چھایا ہے
پتوں کو سمیٹے خواب میں ہیں، وہ ڈری ہوئی بلبلیں کانٹوں پر
بول اُٹھتا ہے بے ہنگام کبھی اک آدھ پرندہ شاخوں پر
اللہ یہ کیسی بھینی بھینی اس وقت دلِ بیتاب میں ہے
پرتو ہے یہ کس کا ذرّوں پر کس کی یہ جھلک مہتاب میں ہے
فردوس کی شمعیں روشن ہیں، یا عکسِ چراغِ طور ہے یہ
گھر بھر میں یہ کس کا پرتو ہے، ہر چیز پہ کیسا نور ہے یہ؟

حلقے میں گھرا ہوں جلوؤں کے، ہستی کا نہیں کچھ ہوش مجھے
اِس وقت یقیناً خواب میں کوئی دیکھ رہا ہے جوش مجھے

غربت میں ہے شانِ صبحِ وطن۔ ہر چیز پہ وہ رعنائی ہے
ویرانے میں اپنے مجنوں کی تسکین کو لیلیٰ آئی ہے

طوفان سا جوئے شیر میں ہے، حسن آیا ہے کشتی کھینے کو
بیتاب ہے شیریں بازو پر فرہاد کے بوسہ دینے کو!

اک رنگ سا دل میں رقصاں ہے، اک نُور سا مجھ پر چھایا ہے
اُن ہونٹوں پہ شاید سوتے میں ہلکا سا تبسّم آیا ہے

بےچین رات

خواب میں دیکھ کر رُخِ زیبا — آنکھ میری کھُلی تو کیا دیکھا
گھر ہے تاریک، اُجاڑ، تنگ، خموش — نبضیں چھوٹی ہوئی، اُڑے ہوئے ہوش
پھانس سی فرش کی ہر ایک شکن — لب پہ خشکی، دماغ میں اُلجھن
ہر طرف کانپتا ہے عکسِ اجل — دل میں طوفان رُوح میں ہلچل
لے رہی ہے عجب طرح لہریں — ایک نرم آنچ سی کلیجے میں
دِل ہے آنسو کی طرح سیّال — اور بہت دُور ہے زمانِ وصال
ہِل گیا دل، کلیجہ یوں دھڑکا — اِسی ہلچل میں ہو گیا تڑکا
مُرغ بولے، فضا پہ جھلکا نُور — صحنِ گلشن میں چہچہائے طیور

یوں صدائیں ہواؤں پر کھیلیں
میں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں

اندھیری رات

تیرگی پُرہول، صحرا بے اماں، بادل سیاہ
ایک میں، اور یہ اندھیری رات کی خُونی سپاہ
گھاٹیاں تاریک، راہیں گم، ہوائیں ناصبُور
رُوح فرسا طاقتوں کی حکمرانی دُور دُور
ابر پیچ و تاب میں ہیجان میں آبِ رواں
آسماں بپھرا ہوا، بھیگی زمیں کف در دہاں
جھینگروں کی تان، بادل کی گرج، پانی کا شور
مینڈکوں کے راگ، بجلی کی کڑک، نالوں کا زور
کون ہے اُلجھی ہوئی شاخوں کے اندر بیقرار؟
کون مجھکو گُھورتا ہے جھاڑیوں سے بار بار؟

کون یہ آواز دیتا ہے کہ آتا کیوں نہیں ؟
پردہ ہائے محملِ ظلمت اُٹھاتا کیوں نہیں ؟
ہاں ایک اُٹھا وہ کوندا سا دل سرشار میں
اب میں سمجھا کون ہے ان پردہ ہائے تار میں
مجھ سے ملنے آئی ہے رتھ میں اندھیری رات کی
ہو نہ ہو یہ رُوحِ مضطر ہے بھری برسات کی

چاندنی رات

الاماں، کیا چاندنی چھٹکی ہوئی ہے دشت میں
وجد کے قابل ہے اے دل! یہ بہشتِ سبزہ زار
یہ شگوفوں کا تبسم، یہ ستاروں کا جمال
موجِ رنگیں کے یہ ہلکورے، یہ دریا کا نکھار
دُھندلی دُھندلی پتیوں پر یہ روپہلی چاندنی
آبجُو کی راگنی پر یہ سکوتِ کوہسار
جابجا یہ ابر کے ٹکڑوں میں تاروں کی تڑپ
دُور تک یہ جھاڑیوں میں جگنوؤں کا انتشار
یہ بساطِ نہر پر چاندی کی نازک دھاریاں
یہ جبینِ آب پر الماس کے نقش و نگار

چادرِ آبِ رواں پر یہ ضیائے پُرنقش
جدولِ موجِ خنک پر یہ نقوشِ بیقرار
تیرتا پھرتا ہے یہ بادل کے ٹکڑوں میں ہلال
یا زمرّد کا سفینہ درمیانِ جوئبار
یہ کلی پر قطرۂ شبنم میں ہے، نورِ قمر
آنکھ کی پتلی میں یا غلطاں ہے عکسِ رُوئے یار
یہ گھنی شاخوں سے چھن کر آرہی ہے چاندنی
یا دلِ شب میں تصوّرِ صبح کا ہے بیقرار

مدحِ فطرت میں نہیں اشعار یہ وردِ زباں
یہ جبینِ نطق کے سجدے ہیں اے پروردگار
ہاں مگر ماتم کے قابل ہے یہ احساسِ شکست

قامتِ فطرت پہ ملبُوسِ زباں ہے تار تار
آہ اے فطرت تری برنائیوں کے سامنے
بہتریں الفاظ ہو جاتے ہیں میرے شرمسار
عکس تیرا ذوقِ گویائی کے سی دیتا ہے لب
راگنی تیری، زباں کا توڑ دیتی ہے ستار
تیری محرابِ تجلّی میں، دفورِ شرم سے
سر جُھکاتا ہے مرے زورِ بیاں کا افتخار
تیرا دریا نطق کی وادی میں بہہ سکتا نہیں
آدمی محسوس کر سکتا ہے. کہہ سکتا نہیں

تصوّر کی رات

رات آدھی جا چکی ہے، خلق ہے مصروفِ خواب
ابر کی ہلکی سی چادر میں ہے نورِ ماہتاب
اپنے شانوں پر اُٹھائے ہے پہاڑوں کا وقار
حاشیے پر شہر کے لانبے درختوں کی قطار
دل پہ ہے کچھ اس طرح کی بیخودی چھائی ہوئی
بیشتر جس سے اُچٹ جاتی ہے نیند آئی ہوئی
ملگجی سی چاندنی، کہرے کا ہلکا سا غبار
عرش سے تا فرش ہر ذرّہ ہے گویا سوگوار
ابر کے ٹکڑوں میں ہے اس طرح زہرہ کا جمال
یاس میں، اُمید کا جس طرح مبہم سا خیال

یوں بجھا سا کچھ نظر آتا ہے گردوں کا چراغ
جس طرح افکار کے جھونکوں میں فانوسِ دماغ

دل میں پیدا ہو رہا ہے یوں خیالِ اندمال
جس طرح مطرب کی تانوں میں ہو ربطِ واتصال

دل پہ طاری ہو رہا ہے جوشِ بیداری کا خواب
اُٹھ رہی ہے رفتہ رفتہ رُوئے ماضی سے نقاب

دُور اُفتادہ رفیقوں کو ملا ہے اذنِ عام
ہو رہی ہے رُوح بچھڑے دوستوں سے ہمکلام

آہ وہ بربادیٔ، زندگی کے گلستاں
ہائے وہ گم کردہ جلوے. نازشِ کون ومکاں

ہائے وہ رنگینیاں نوخیز احساسات کی!
ہائے وہ مستی وجواں راتیں بھری برسات کی!!

وہ مذاقِ عشق و ذوقِ آشنائی ہائے ہائے
ہمزباں یاروں کی وہ رنگیں نوائی ہائے ہائے
مجتمع ہیں رُوح کو بیتاب کرنے کے لئے
پھر پلٹ آئے ہیں دل کے زخم بھرنے کے لئے
آہ اے برباد لمحو! اے گذشتہ صحبتو!
چھوڑ دو للہ اب شاعر کا دامن چھوڑ دو
تم دلِ ناشاد کو اب شاد کر سکتے نہیں
زخم جو ناسور بن جاتے ہیں بھر سکتے نہیں
مہربانی کے عوض بیداد کرنے آئے ہو
چارہ سازی دقت کی برباد کرنے آئے ہو
جاؤ، ورنہ صبر کی بُنیاد پھر ہل جائے گی
سعیِ ماہ و سال دیکھو خاک میں مل جائے گی

بھیگی ہوئی رات

نسیم ہوتی ہے محوِ راحت سکوت ہوتا ہے جب چمن میں
میں پیش کرتا ہوں اپنے آنسو، خنک ستاروں کی انجمن میں
مرے گلستانِ شاعری میں لچکنے لگتی ہیں نرم شاخیں
نسیم رقاصۂ صباحی ہنوز چلتی نہیں چمن میں
سفینۂ ہلکی سی چاندنی میں بلند ہوتے ہیں میرے نغمے
چٹکنے والی تمام کلیاں خموش ہوتی ہیں جب چمن میں
ہمیشہ اُس وقت جاگتا ہے یہاں دماغِ سحر پرستی
فلک پہ ہوتا ہے خواب آلودہ چاند جب شب کے پیرہن میں
ہنوز نغموں کی خوابگاہوں کے گرد ہوتے ہیں سُرخ پردے
ربابِ دل کا میں چھیڑتا ہوں حریمِ دوشیزۂ سخن میں

نظر کی وُسعت سے میرے رُخ پر اِدھر چمکتے ہیں گرم آنسو
اُدھر دمکتی ہے کچھ کچھ افشاں اُفق کے گیسوئے پُر شکن میں

فضا میں ہوتی نہیں ہے لرزش، خموش ہوتا ہے نطقِ ہستی
سحر کو اس وقت جاگتی ہے زبانِ فطرت مرے دہن میں

یہ اب تو دستور ہو گیا ہے کہ جوش کچھ رات بھیگتے ہی
سُلگنے لگتی ہے دل کے ہاتھوں اک آگ سی میرے تن بدن میں

شعر گوئی کی رات

رات کے تاریک لمحے جب کہ ہوتے ہیں خموش
بادِ خواب آور سے جب اُٹھتی ہے یاں قندیلِ ہوش
کھولتی ہے اپنے شہپر جب سہیلی موت کی
دوڑ جاتا ہے مری نبضوں میں خونِ زندگی
کاروانِ کشمکش ہوتا ہے جب مصروفِ خواب
ہنس کے میرے دل کی بیداری اُلٹتی ہے نقاب
کوئی پُر اسرار قوت، کوئی رُوحِ محتشم
شعر کہنے کو مرے ہاتھوں میں دیتی ہے قلم

دل فریبی سے کسی کے گنگنانے کی صدا

ذہن میں میرے پہنتی ہے لباس الفاظ کا
دفعتہً چھڑتے ہیں پھر ارض و سما کے زمزمے
اک کرن سی دائرے میں گھیر لیتی ہے مجھے
دل میں ہوتا ہے مرے نادر خیالوں کا ہجوم
مسکرا کر دیکھنے لگتے ہیں گردوں سے نجوم
پھر پا بوسیٔ فرشتوں کو صدا دیتا ہوں میں
آسماں کو اپنے قدموں پر جھکا دیتا ہوں میں
لکھ رہا ہوں کیا، نہیں ہوتی مجھے اس کی خبر
انگلیوں پر اک جلالی شان آتی ہے نظر
یوں قلم کرتا ہے جنبش ہات میں بے اختیار
اک طرب آمیز دہشت دل کے چھو لیتی ہے تار
یوں فضا میں نقش ابھر آتے ہیں تھراتے ہوئے

جس طرح ساحر کے لفظِ افسوں کو دوہراتے ہوئے

کس قدر اسرار سے معمور ہیں جلوے ترے

اے تحیر خیز عارض! اے لبِ تخئیل کے

شب کو تیری قربتِ وجدان پرور کا یقیں

کھولتا ہے دِل میں قفلِ آسماں، بابِ زمیں

تُو پری ہو، یا فرشتہ، رُوح ہو، یا واہمہ

آ، کسی دن میرے آگے شکلِ انسانی میں آ!

تاکہ میں وہ شہد بارِ الفاظ، وہ شیریں فضا

پنکھڑی سے وہ تبسُّم، وہ صدائیں دلکشا

رُوح پرور وہ صلے، وہ مرحبا کے زمزمے

جو بطورِ داد پائے ہیں مرے اشعار نے

سر عقیدت سے جُھکا کر، اے بہنِ غمگسار!
ڈال دوں گردن میں تیری گُوندھ کر اُن سب کا ہار

جُدائی کی رات

چاند سے عہدِ وصل کی باتیں　　ہائے فرقت کی چاندنی راتیں
آنکھیں جمع ہیں خُدائی کی　　چاندنی رات ہے جدائی کی
کوئی کافر ہی شب کو سوتا ہے　　رات بھر دل میں درد ہوتا ہے
اُٹھتی رہتی ہیں بار بار آنکھیں　　ڈُھونڈتی ہیں جمالِ یار آنکھیں
کچھ وہ تکیوں سے آتی ہے خوشبو　　نیند آتی نہیں کسی پہلو
شغلِ مرگ و حیات کی راتیں　　ہائے وہ التفات کی راتیں
چھیڑتا ہے جو کوئی رات کو ساز　　صاف آتی ہے یار کی آواز
آگ سی جان و دل میں جلتی ہے　　ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو چلتی ہے
مُرغ جب صبح کو جگاتے ہیں　　چونکتے ہی وہ یاد آتے ہیں
دیکھکر دھوپ کی درخشانی　　اور بڑھتی ہے دل کی حیرانی

چھوڑتا ہی نہیں ہے رنج و الم ۔۔۔ اُٹھتی رہتی ہے ہوک سی ہر دم
بے نتیجہ ہے صبر کی تلقین ۔۔۔ بلکہ دیتا ہے جب کوئی تسکین
شعلۂ غم بھڑکنے لگتا ہے ۔۔۔ اور بھی دل دھڑکنے لگتا ہے
ہر نفس آہ و جگر سخن نالہ ۔۔۔ سَم ہے آب و ہوائے بنگالہ[1]

اے اودھ کی نسیم عقدہ کشا ۔۔۔ وہ ملیں تو پیام یہ کہنا
بادلوں کی طرح برستی ہیں ۔۔۔ آنکھیں دیدار کو ترستی ہیں
دن بہت ہو گئے نہیں دیکھا ۔۔۔ ہائے تیرا وہ چاند سا مکھڑا
اس طرح صبح و شام ہوتی ہے ۔۔۔ دل مچلتا ہے آنکھ روتی ہے
تنگ ہے سانس آنے جانے سے
اب بلائے کسی بہانے سے

[1] یہ نظم کلکتہ میں لکھی گئی۔ (مولف)

عبرت کی رات

ہمنشیں آیا ہوں دردِ دل سُنانے کے لئے
آج آمادہ ہوں سوتوں کو جگانے کے لئے
توڑ ڈالی تھی سواری ہمرہانِ خام نے
اور تیرہ میل کا پیدل سفر تھا سامنے
چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اور تھا پچھلا پہر
موجزن سیّال چاندی تھی بساطِ خاک پر
بولنے والی تھیں کلیاں، ہنسنے والے تھے گلاب
جھلملاتے تھے ستارے، جُھک چلا تھا ماہتاب
جاگنے والی تھی دُنیا پھر نئے انداز سے
سونے والے چونکنے ہی پر تھے خوابِ ناز سے

دُور تک تابندہ میداں تھا کہ بحرِ ضوفشاں
حاشیے پر تھیں پہاڑوں کی رُوپہلی چوٹیاں
راہ تھی افسانۂ ماضی کو دہراتی ہوئی
مقبروں کے درمیاں سے پیچ و خم کھاتی ہوئی
تھی تو کہنے کو خموشی عالمِ ذرّات میں
لیکن ایسی، جیسے رَن بولے اندھیری رات میں
یہ سماں، اور آ رہا تھا میں عجب انداز سے
ایک متوالی جوانی کی حریمِ ناز سے
تھا لبوں میں لعلِ شیریں کی حلاوت کا اثر
لرزشِ مستانہ کا طوفان تھا ہر گام پر
حُسن کے فیضِ تبسّم سے نظر کے سامنے
موتیوں کے سے فضا میں بن رہے تھے دائرے

ہو رہا تھا قربتِ جاناں کا دھوکا بار بار
آ رہی تھی متصل شانوں سے بُوئے زُلفِ یار
فرق پر تھا ماہتاب، اور رُوح پر عکسِ حبیب
آ گیا میں جھومتا اٹھتا دریا کے قریب
دیکھتا کیا ہوں کہ ہلکی چاندنی ہے پاش پاش
جل رہی ہے ساحلِ موسیٰ ندی[1] پر ایک لاش
چاندنی ہے اپنی برنائی پہ شرمائی ہوئی
آسمانوں پر ہے اک سنجیدگی چھائی ہوئی
نقرئی ساحل، سنہری آگ، ہلکا سا دھواں
کپکپاتی سی زمیں، پگھلا ہوا سا آسماں

---

[1] حیدرآباد کی ایک ندی کا نام ہے۔

دُور تک چھایا ہوا میداں پہ ابرِ سوز و ساز
چاندنی میں آنچ کی سُرخی، ہواؤں میں گداز
خار و خس پر جا بجا کچھ خون کی سی دھاریاں
سُرخ انگاروں کی چادر، پُرفشاں چنگاریاں
سُرخ انگاروں میں غلطاں سر برہنہ آرزو
بھیس میں چنگاریوں کے لعل در آتش ہو
کرّ و فر، پندارِ زر، ذوقِ ادا، کچھ بھی نہیں
آنچ کی غمناک جُنبش کے سوا، کچھ بھی نہیں

دُور تک گُونجی ہوئی ہے اک صدائے دردناک
آدمی بَن کر نہ اِترا اِس قدر اے تیرہ خاک
دُور ہیں اب، زندگانی وقف تھی جن کے لئے

عمر نے راتیں جگائی تھیں اِسی دن کے لیے؟
آج خاکستر ہے ، کہتے تھے جسے کل تک "حیات"
- زندگی، "تھی کیا تری لے دے کے اِتنی کائنات!
آہ اے موجِ نَفَس پر کانپنے والے حباب
مُنحصر ہے چند سانسوں پر تراشیب وشباب
موت کے کانٹے پہ تیری حسرتیں تُلتی نہیں
اِن مناظر سے بھی کیا آنکھیں تری کُھلتی نہیں
ناسزا اوہام کو، نادان ٹھکراتا نہیں
خاک کے ناچیز پُتلے ، ہوش میں آتا نہیں!

سرشار رات

دیدنی تھا میری محفل کا سماں کل رات کو
مہرباں تھا وہ بتِ نامہرباں کل رات کو
ناز تھا لُغزاکشِ دیوانِ آدابِ نیاز
تیغ تھی سپرِ امن و اماں کل رات کو
چھو رہی تھی دل کو موجِ رنگ، ناوک کے عوض
کھنچ رہی تھی ابروؤں کی یوں کماں کل رات کو
لوٹتی تھی کسِ تکلّف سے ہوا کے دوش پر
چاندنی میں کاکُلِ عنبر فشاں کل رات کو
اللہ اللہ فرشِ مے نوشی کی اوج اندیشیاں
فرشِ پا انداز تھا کون و مکاں کل رات کو

الاماں ٹھنڈی ہوا کے گدگدانے کی ادا
ہر کلی کو آرہی تھیں ہچکیاں کل رات کو

مسندِ زرّیں پہ سترِ دلبراں کے زمزمے
تھے بہ آغوشِ حدیثِ دیگراں کل رات کو

کاکلیں لہرا رہی تھیں رُوئے عالمتاب پر
سُنبلستاں کا تھا گُل پر سائباں کل رات کو

پھول تھے غرقِ عرق پانی ہوئے جاتے تھے جام
شوخ تھیں اُس شوخ کی یوں انگھڑیاں کل رات کو

آرہی تھی جُنبشِ مژگانِ عالم کی صدا
یوں لبِ گلرنگ تھا افسانہ خواں کل رات کو

کیا تلاطم تھا کہ میری کشتیٔ اُمید میں
کاکُلِ شبرنگ کا تھا بادباں کل رات کو

غیب کے پردے سے آوازیں مبارکباد کی
آرہی تھیں کارروان درکارروان کل رات کو

سامنے تھی جلوہ گاہِ کرسئی لوح و قلم
اک دریچہ بن گیا تھا آسماں کل رات کو

ہر سخن میں گونجتی تھی اسمِ اعظم کی صدا
ہر نفس تھا اک حیاتِ جاوداں کل رات کو

وقت کے ہاتوں پہ روشن تھیں ابد کی مشعلیں
ایسی اک منزل میں تھی عمرِ رواں کل رات کو

وہ ترنم تھا کہ علم و عقل کے ہوتے ہوئے
زیست کی سی شے تھی اک جنسِ گراں کل رات کو

چاندنی، دریا، شگوفے، راگنی، بربط، شراب
مجٹ پڑی تھیں بزم پر رنگینیاں کل رات کو

نرگسِ مخمور و جامِ آتشین و موجِ گُل
ہر طرف تھیں سُرخیاں ہی سُرخیاں کل رات کو

گردنِ مینا جھُکاتے ہی اُبل پڑتے تھے جام
گنگنا اُٹھتا تھا یوں پیرِ مُغاں کل رات کو

وجد میں تھی جھلملاتی مشعلوں کی روشنی
رقص میں تھا پرتوِ رطلِ گراں کل رات کو

ناز کرتی جس طرح گردوں پہ جاتی ہے دُعا
اُٹھ رہا تھا مشعلوں سے یوں دھواں کل رات کو

محفلِ زہرا میں تھا ہنگامۂ رقص و سرود
آسماں پر بج رہی تھیں چوڑیاں کل رات کو

میں بھی لا فانی ہوں مثلِ وجہِ ربِّ ذو الجلال
دل کو ہوتا تھا یہ رہ رہ کر گماں کل رات کو

۵۹

جوشؔ کے پہلو میں تھیں ارض و سما کی نعمتیں
حیف اک تُو ہی نہ تھا اک رازداں کل رات کو

شادی وغم کی رات

شب کہ واں بزمِ طرب میں حلقۂ احباب تھا
میری تنہائی کا ہر لمحہ دلِ بیتاب تھا
گوشۂ عزلت میں تھی یاں صرف اک یادِ حبیب
مسندِ شادی پہ واں انبوہِ شیخ و شاب تھا
سرخوشی میں واں ہر اک جھونکا تھا گلبانگِ سرور
بیخودی میں ہر نفس یاں شورشِ سیلاب تھا
یاں بساطِ عجز پہ تھیں تشنگی کی کروٹیں
واں حریمِ ناز میں دورِ شرابِ ناب تھا
آ رہا تھا موج در موج اُس طرف ابرِ بہار
بند، یاں دل کے اُفق پر رنگ و بُو کا باب تھا

جنبشِ مژگاں کی تھی پابند واں بزمِ سرود
ناخنِ غم، یاں برائے سازِ دل، مضراب تھا
نامرادی کا تصور بھی نہ تھا واں بہرہ یاب
کامرانی کا تخیّل بھی یہاں نایاب تھا
حُسن کے رُخ پر تھا واں رنگِ شکرخوابی کا ناز
عشق کے حق میں اِدھر فرمانِ ترکِ خواب تھا
تھی اُدھر تقدیر سے بادِ مرادہ موجِ زَم
بحرِ غم میں اِس طرف گرداب پر گرداب تھا

ناگہاں آلام کی شدت سے چکرانے لگا
سر، کہ خُلدِ زانوئے جاناں سے لذّت یاب تھا
کس سے کہئے التفاتِ یار کی دریا دلی

ذرّہ ذرّہ بوستانِ شوق کا شاداب تھا

قصۂ رنگین عہدِ سجدہ ریزی کیا کہوں
سامنے اُن ابروؤں کا گوشۂ محراب تھا

عشق بازی کا غرور کامرانی الاماں
جب مری حسرت میں خُود دلِ حُسن کا بیتاب تھا

کاوشِ ذوقِ نظر بازی کی راتیں ہائے ہائے
میری ہی خاطر دیدۂ مخمور بے خواب تھا

دیدۂ حیراں کی ہر جنبش تھی اِک برقِ تپاں
نرگسِ جاناں کا ہر آنسو دُرِ خوش خواب تھا

تھا یہی عالم کہ آئی آسمانوں سے صدا
یہ بھی اک دن خواب ہوجائیگا وہ بھی خواب تھا

غربت کی رات

اے چاند جگمگا کر نکھرا دکھانے والے !

غرفے سے آسماں کے او مسکرانے والے !

عالم کی کیا حقیقت تیرے سفر کے آگے

اس وقت اک جہاں ہے تیری نظر کے آگے

جکڑا ہوا پڑا ہوں زنجیر سے دکن کی

سینے میں آرزو ہے بچھڑے ہوئے وطن کی

شاداب تو ہیں میری بچپن کی سیرگاہیں؟

اب جن کو ڈھونڈتی ہیں ترسی ہوئی نگاہیں؟

رہ رہ کے جھومتے ہیں آموں کے باغ اب بھی ؟

جلتے ہیں جنگلوں میں دھندلے چراغ اب بھی ؟

اچھی تو ہیں پَروں کو دُھن میں جھٹکنے والی؟
دیوار پر وہ آکر چڑیاں چہکنے والی؟
محفوظ تو ہیں اب تک طوفانِ کاررواں سے؟
ترشی ہوئی وہ راہیں کھیتوں کے درمیاں سے؟
کیا اب بھی جھُومتی ہیں جوشِ نمُو کے مارے؟
پتلی سُبک بَبُولیں، تالاب کے کنارے؟
چھائی ہوئی ہیں دل پر، کیوں بدلیاں محن کی؟
مجرُوح تو نہیں ہیں صبحیں مرے وطن کی؟
میداں تو میرے غم میں کھویا ہوا نہیں ہے؟
قصرِ سحر[1] کا مُنہ تو اُترا ہُوا نہیں ہے؟

---

[1] حضرت جوشؔ کے مکان کا نام ہے۔

اے چاند! جب ستارے گردوں پہ جھلملائیں
جب قدرتی مناظر صحرا میں مسکرائیں

مغموم جھاڑیوں سے میرا سلام کہنا
آنکھیں جھکا کے اپنی میرا یہ پیام کہنا
کیوں سوزِ دردِ فرقت تم کو ستا رہا ہے ؟
کیوں مضطرب ہو، ٹھہرو، وہ دن بھی آ رہا ہے
جس دن دھڑکنے والے دل کو قرار ہوگا
سائے میں جب تمہارے میرا مزار ہوگا

رُبودگی کی رات

رات آدھی آ چکی ہے، خلق ہے مصروفِ خواب
نصفِ شب کے فاصلے پر جا چکا ہے ماہتاب
جھک چکا ہے پائے خاموشی پہ کھو کر جی کا زور
گرسنہ شیروں کی صورت ہُونکتی سڑکوں کا شور
اب نہیں اُن کارخانوں کی کُلاہِ فخر کج
جن میں تھی بپھرے ہوئے بادل کی طوفانی گرج
ہو چکا ہے خامشی کی بزم میں خواب و خیال
گرم کَل پُرزوں کی پیہم گھڑگھڑاہٹ کا جلال
رکھ چکی ہے لیلیٔ امن و اماں بالائے طاق
اسلحہ کی گھڑگھڑاہٹ، توپوں کا طمطراق!

شاہراہوں پہ نظر آتا نہیں نزدیک و دُور
مرکبِ شاہی کا کرّ و فر، حکومت کا غرور
دفن ہے تکیوں میں اہلِ کبر کا ہر اک بناؤ
گردنوں کا خم، لبوں کی مُہر، چہروں کا کھچاؤ
زر کے پیچھے دن کو پھرتے تھے جو گھبرائے ہوئے
سو رہے ہیں بستروں پر ٹھوکریں کھائے ہوئے
کہہ رہے ہیں کتنی اُلجھی حسرتوں کی داستاں
راستوں پر گاڑیوں کے پیچ و خم کھاتے نشاں
دن کو برپا تھی جو ہلچل کوچہ و بازار میں
ہو چکی ہے جذب گلیوں کی در و دیوار میں
زیست کے ماتھے پہ ہے لیلائے شب کا سرد ہات
سرنگوں ہے دبدبہ انگیز طوفانِ حیات

لڑنے والے سو رہیں سنسان ہے میدانِ جنگ
اُڑ چکا ہے فکر کی ماری ہوئی دنیا کا رنگ
گھٹ چلا ہے مُضمحل گیتی کے دل کا ارتعاش
مِٹ چلی ہے خستہ جاں راہوں کے سینے کی خراش
چاندنی سے پا چکا ہے اک بڑی حد تک سکوں
دھوپ میں کھولا ہوا خاشاک کی نبضوں کا خوں
پھر بھی اب تک کرب سے ذرّات کے چہرے ہیں زرد
لے رہی ہے سسکیاں روندی ہوئی سڑکوں کی گرد
ضو فگن ہے چاند، عالم پر بصد لطف و نیاز
جس طرح بیمار کی بالینِ غم پر چارہ ساز
سو رہے ہیں برق پا جھونکے ہوائے سرد کے
مُفلسی کی تلخ فریادوں کو دامن میں لئے

سہہ کے فاقے، سو چکے ہیں بندگانِ سوگوار
رزق کے وعدے کو ایفا کر چکا ہے کردگار!
بن چکی ہے سینۂ رحمت میں اک ہلکی سی آہ
منعموں کی چینِ پیشانی، غریبوں کی نگاہ!
ہو چکی ہے سست، گرم انفاس سے بوجھل فضا
وقت کا پہیا نظر آتا ہے کچھ رکتا ہوا

سرنگوں ہے خاک پر سعی و عمل کی بارگاہ
خفتہ ہے عالم، مگر بیدار ہے عشقِ گناہ!
لے کے انگڑائی اٹھی ہیں خواب سے خونخواریاں
جرم کے سینے میں ہیں شب خون کی تیاریاں!
شحنۂ سلطاں کے دل میں گرم ہے داغِ سراغ

جل رہے ہیں دُھندلے دُھندلے طاقِ سازش میں چراغ
پھر رہی ہے موت کا گویا مزا چکھتی ہوئی!
شب روی وحشت کے سینے پر قدم رکھتی ہوئی
شب کی تاریکی سے ہیں اچھے بُرے سب بہرہ مند
شانۂ عاشق پہ کاکُل، دوشِ سارق پر کمند
اک طرف ہیں گرمِ شیون، عاشقانِ نامراد
چاندنی میں ڈس رہی ہے اور بھی جاناں کی یاد
ہجر کی ماری جوانی کو سُلانے کے لئے
کروٹوں پر کروٹیں ہیں نیند آنے کے لئے
کروٹوں میں چبھ رہی ہے بے مزہ لمحوں کی دھار
جُنبشِ مژگاں سے دامن رات کا ہے تار تار

خوش نصیبوں کو اُدھر ہے دعوتِ کام و دہن
زینتِ آغوش ہیں رنگیں عذار و سیم تن
سیکڑوں کی مسندوں پر مطربوں کی بزم میں
ہیں گلوں میں نُقرئی بانہوں کی ہلکی ہیکلیں!
خلوتوں میں راگنی کی طرح ہے گونجی ہوئی
اک مُلائم سرسراہٹ ریشمی ملبوس کی
لعلِ عطر افشاں پہ رقصاں ہے تبسّم کی پھبن
بادِ نو کے سامنے جس طرح برگِ یاسمن
گوشے گوشے میں حریمِ ناز کے ہنستی ہوئی
کنگنوں کی جگمگاہٹ، ساعدوں کی چاندنی
اک طرف ساقی کی آنکھیں، اک طرف جامِ شراب
کھیل میں مصروف ہے اربابِ عشرت کا شباب

اور میں ہوں اِس طرف زُلفِ تخیّل میں اسیر
ذہن یوں ضَو ریز ہے جس طرح صانع کا ضمیر!
مجھ رہی ہے میری پیشانی کو اُن جذبوں کی سانس
جن کی ہر کروٹ دلِ شاعر میں بَن جاتی ہے پھانس

عود کر آیا ہے گویا اوّلیں دَورِ شباب
گرد میں گزری ہوئی راتوں کے صدہا ماہتاب

دِل پہ ہے اُس پُرفشاں لمحے کی ازخود رفتگی
اک کڑی ہوتا ہے جو مابین مرگ و زندگی!
جس کے سناٹے میں کھو جاتا ہے غوغائے حیات
راگنی میں جو بدل دیتا ہے شورِ کائنات!
خارِ دامن نہیں جس کا اُلجھتا راہ میں
اور جو مستقبل و ماضی کی طوفاں گاہ میں

حال کے اُس نقطۂ نازک پہ کرتا ہے نظر
نوکِ مژگاں سے ہوا کرتا ہے جو باریک تر

اور پھر اُس نقطۂ مبہم سے بھی۔ وقت یاس
کھینچ لیتا ہے حیاتِ جاودانی کی مٹھاس

اور اُڑ جاتا ہے پھر بیخود بنا چکنے کے بعد
وقفۂ حاضر کو تاجِ زرپنا چکنے کے بعد

شاہد و شراب کی رات

جواب اِس شب کا دُنیا میں نہیں ہے — مرے پہلو میں پھر وہ نازنین ہے!
فضا ہے، طلعت زہرائے رنگیں — ہوا میں نغمۂ رُوح الامیں ہے!
صُراحی میں فروغِ بادۂ ناب — برنگِ یوسُفِ زنداں گزیں ہے!
تُنک فانوس میں طرّار شعلہ — بنازِ لیلیٰ محمل نشیں ہے!
معاذاللہ رنگِ چشمِ مخمُور! — نہیں! دنیا نہیں خُلدِ بریں ہے!
جنوں انگیز کاکُل کی درازی — شکستِ زُہد کو تہ آستیں ہے!
قریبِ شام جیسے غنچۂ گُل — گُلابی یوں وہ چشمِ سُرمگیں ہے!
وفورِ کیف میں احساسِ عشرت — گُماں سا ہے، گماں میں کچھ یقیں ہے!
دمک اُس رُخ پہ ایسی ہے کہ گویا — زمانے کی صباحِ اوّلیں ہے!
رواں ظُلمات میں ہے آبِ حیواں — گھنی زُلفوں کے سائے میں جبیں ہے!

نظر میں ہے فروغِ لالہ و گل　　کمر پر موجِ زلفِ عنبریں ہے
مری نظروں کے آگے سرخوشی میں　　حجابِ زندگی باقی نہیں ہے
عیاں ہے جوہرِ بالائے گردوں　　نمایاں دولتِ زیرِ زمیں ہے
خُدا کے واسطے خاموش زاہد　　ترے لب پر نہاں ہے اور نہیں ہے

وہاں قہرِ خدا کا ذکر کیا خوب　　جہاں قہرِ خدا وجد آفریں ہے
وہاں ارض و سما کی شرح، افسوس　　جہاں ارض و سما زیرِ نگیں ہے
اجل کی کس لئے چھیڑیں ہیں باتیں　　اجل تو اک غلامِ کمتریں ہے
"خدا" تیرے تخیل میں ہے "قہار"　　"بشر" یاں "رحمت للعالمین" ہے
یہاں "قہار" بن جاتا ہے "رحمٰن"　　کہ یہ رہزنی ہے، درویشی نہیں ہے
سنبھل، تیرا اُلٹنے پر ہے تخت　　کوئی اُلٹے ہوئے دیکھا آستیں ہے
معاذ اللہ، یہ الحذر بادہ نوشی　　کہیں چادر ہے، اور کاکل نہیں ہے

گھٹا زُلفیں، دھواں پلکیں، چمن لب — جوانی ہوش میں گویا نہیں ہے
تجلّی میں ہے اک شانِ تبسُّم — تبسُّم ہے کہ موجِ آبگیں ہے
تکلّم میں ہے تسکینِ خموشی! — خموشی ہے کہ حرفِ دل نشیں ہے
تخاطب میں ہے اِک نازِ تغافل — تغافل ہے کہ چشمِ دُوربیں ہے

صدا یہ دے رہا ہے طور سے کون
کوئی کہہ دو ہمیں فرصت نہیں ہے

''

پیا بن ناگن کالی رات

ایک دُکھیا حزیں پریشاں حال — پی کی دُوری سے جی ہے جس کا بُرا حال
روتی رہتی ہے ساری ساری رات — اک قیامت ہے جان پر برسات
سُوئے گردوں نظر اُٹھاتی ہے — دردِ دل اس طرح سُناتی ہے
دیکھنے کی نہیں مری حالت — زرد ہوں لے مناظرِ قُدرت
بادلوں سے ہلال کو ڈھانکو — اپنا خنجر میان میں رکھ لو
اے تر و تازہ سحر تو مَن کی! — اے گُلابی گھٹا ؤ ساون کی
جلد اِس دیس سے گُزر جاؤ! — واری اِک بُوند بھی نہ ٹپکاؤ!
ورنہ مہکیں گے پھُول گُلشن میں — آگ لگ جائے گی مرے تن میں
یوں نہ پاپی پپیہے، تان لگا! — جس نگر میں ہیں پی وہیں اُڑ جا!
دیکھ پُروائی! دل نہ کُمھلا جائے — کوئی جھونکا اِدھر نہ آنے پائے

زُلفِ ماضی سنوارنے والی　　تُو ہے چوٹیں اُبھارنے والی!
پی کی نگری میں جاکے بھر جل تھل　　میرے سر پر گرج نہ او بادل!
ہائے کیوں کر نہ اختلاج رہے؟　　پی ہیں پردیس میں براج رہے
سُوجھتا ہی نہیں ہے بات کو بات　　ڈس رہی ہے نگوڑی کالی رات
کھائے جاتی ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا　　دل میں چبھتی ہے بُوندیوں کی صدا
کیا ہوا تُجھ کو ہائے جی کے زور　　مور جنگل میں کر رہا ہے شور!
سوندھی سوندھی ہواؤں کی خُوشبو　　بنتی جاتی ہے آنکھ میں آنسو!
یوں ہی چھاتی جو دھڑکے جائیگی　　ہائے کس طرح نیند آئے گی!
گھر اکیلا ہے پڑ رہی ہے پھوار　　کیا مُورکھ ہے اے سکھی سنسار
اے سہیلی! بجا نہیں اوسان　　یہ تو مجھکو بتا، ترے قرباں!

سیج سُونی ہے اور برستی رات
بٰاؤلی ہو گئی ہے کیا برسات

شعلہ و شبنم

شاعرِ انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی

شاعرِ انقلاب نے اس مجموعہ میں روایاتِ کہن کے قصر کو مسمار کر کے جدید شاعری کی بُنیاد ڈالی ہے، اور قوت و حیات کے سربفلک محلات کھڑے کئے ہیں، جہاں آپ کو رزم و بزم کی محفلیں ملیں گی، اُس کے گنبدوں اور صحنوں میں نغمۂ سحر کی پاکیزہ اور معصوم ترنم ریزیاں سُننے میں آئیں گی، شفق کے پگھلے ہوئے دریاؤں میں سنہری موجیں لہریں مارتی دکھائی دیں گی۔ عروسِ فطرت کے رقص اور اُس کی موسیقی میں الہامی سحر جلوہ ریز ہوگا۔ حوریں اشاروں سے آپ کو دُور سے بُلائیں گی، اور دعائے سحری میں شامل کر کے آپ کو خداوندِ عالم کے حضور میں لے جائیں گی، جہاں تکمیلِ حیات کے سربستہ رازوں کا انکشاف ہوگا۔ ولادتِ رسولؐ پر شاعر کی رُوح خوشی سے ناچ اُٹھے گی، اور حضور صلعم کے نقشِ قدم چلنے کی دعوت دے گی۔ مظلومِ حُسن کی آہ و بکا اور اُس کی سینہ فگار

چیخیں سُن کر آپ کی رُوح پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ کسان کی بے کسی کے نقشے، بغاوت کی تباہ کاریوں کے ہولناک نتائج سُن کر آپ کا پتہ پانی پانی ہو جائے گا۔ ان آتش ریز نظاروں سے گزرنے کے بعد شاعر بادہ سرجوش سے آپ کی رُوح کو تسکین بخشے گا، غرض شاعر کے کلام میں آپ کو گکھانگ فطرت کے رُوح پرور نغموں، اسلامی شان و حریت کے خون کھولا دینے والے واقعات، آتشکدہ کی شعلہ افشانیوں اور بادۂ سرجوش کی کیف پرستیوں سے لطف اندوز ہونے کا موقعہ ملے گا۔

شعلہ و شبنم شاعر انقلاب کا لافانی شاہکار ہے اور تازہ کلام کا مجموعہ ہے، شاعر کی سہ رنگی تصویر اور رہ رباب کی کیف آور تصاویر، اور اعلیٰ طباعت نے کتاب کی خوبصورتی میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

قیمت غیر مجلد سے مجلد ہے علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ

کلیم بُک ڈپو، گلی کندلہ کشان بازار فتحپوری دہلی

شب، تشبیہ اور استعارے میں

رباعیات

(۱)

کیا کہیے عجیب بادہ خواری تھی کبھی — جب مستیِ حسن و عشق طاری تھی کبھی
ہمدم پھر اُسی رات کا چھیڑ افسانہ — جو پہلوئے جاناں میں گزاری تھی کبھی

(۲)

ہر شے سے بہشت جلوہ گر ہوتی ہے — ہر موجِ نفس، بادِ سحر ہوتی ہے
صد عمرِ گرامی سے بہتر وہ رات — جو پہلوئے ساقی میں بسر ہوتی ہے

(۳)

کل رات کو اک مغبچۂ عشوہ فروش   ہنگامۂ رقص میں بصد جوش و خروش
تھا گرمِ سرود یُوں، کہ ہستی تھی خموش   یک ذرۂ جنوں، گراں ز صد جامِ ہوش

(۴)

وہ رات گئے شراب ڈھلنا ہی ہے   وہ پچھلے پہر صبا کا چلنا ہے ہے
معشوقۂ نوخیز کا رہ رہ کر   آنکھوں کو ہتھیلیوں سے ملنا ہے ہے

(۵)

اے جوشؔ، وہ ارمان نکلنا ہی ہے   صہبا کا تکلف سے وہ ڈھلنا ہی ہے
ہلکی سی وہ چاندنی، وہ بھیگی ہوئی رات   پہلو میں کسی کا وہ مچلنا ہے ہے

(۶)

ہے صبح اُفق سے جگمگانے والی وعدے پہ ہے اُن کے مُسکرانے والی
جا پچھلے پہر کے چاند اُن سے کہدے اب رات ہے دو گھڑی میں جانے والی

(۷)

آجا، مرتا ہوں غم کے مارے، آجا بھیگی ہوئی رات کے شرارے آجا
اے شام کے وعدہ کرکے جانے والے اب ڈوب رہے ہیں دیکھ تارے آجا

(۸)

میں رات گئے اُٹھا ہوں سوتے سوتے آنکھوں کا بُرا حال ہے روتے روتے
تارے کے قریب ماہِ نو ہے اے کاش اس وقت مرے قریب تم بھی ہوتے

(۹)

ارماں تھے وہ کیا نگارِ دلجو تیرے ‏ ‏ ‏ مجروح تھے کروٹوں سے پہلو تیرے
اب لاؤں کہاں سے میں وہ راتیں افسوس ‏ ‏ ‏ بہتے تھے مرے لئے جب آنسو تیرے

(۱۰)

فریاد کسن اے حسن: خدا میری ‏ ‏ ‏ آنکھیں ہیں مثالِ موجِ دریا میری
دے ایک ہی رات اِن دنوں کا قصہ ‏ ‏ ‏ جب خود ترے دل میں تھی تمنا میری

(۱۱)

مجروح نہ کر لطف کے اوقات اے دل ‏ ‏ ‏ بکتا ہے کوئی یوں بھی خرافات اے دل
روتا ہے کہ وقتِ صبح رونا ہوگا ‏ ‏ ‏ خاموش کہ باقی ہے ابھی رات اے دل

(۱۲)

افسوس وہ جاں نوازِ محفل ظالم　　آتی تھی تجھے نیند بمشکل ظالم
صد حیف وہ دَور جب کہ پہلو میں ترے　　راتوں کو دھڑکتا تھا مرا دل ظالم

(۱۳)

چلتی ہیں ہوائیں شور کرتی ہر سُو　　گردوں پہ ہے ماہتاب، خُنکی لب جُو
کوئل کی صدائیں آ رہی ہیں، کُو کُو　　افسوس کہ اس وقت بہت دُور ہے تُو

(۱۴)

بہلائے سے دم بھر نہ بہلتا ہوگا　　دِل حُسن کا چٹکیوں میں ملتا ہوگا
اے نالۂ شبگیر! خدارا تھم جا　　بستر پہ وہ کروٹیں بدلتا ہوگا

(۱۵)

راتوں کو مری نیند اُڑانے والے مجُولی ہوئی راگنی سنانے والے
اے کاش کبھی تو پاس آتا میرے اے دُور سے بانسری بجانے والے

(۱۶)

اُس وقت کہ جب رات تھی جانیوالی رنگین سحر تھی مسکرانے والی
دیا ہوا یوں نیند میں ڈوبا ہوا چاند اُٹھ رات ہے دو گھڑی میں آنیوالی

(۱۷)

جب رات کو زُلفِ ابر ہوتی ہے دراز کونین پہ ہوتا ہے جب اک پرتوِ راز
اُس وقت کراہتا ہے یوں دل، جیسے ٹُوٹے ہوئے تارے کی فضا میں آواز

(۱۸)

جب رات کو چھوتے ہیں بادل کالے   ظلمت میں ٹپکتے ہیں جگر کے چھالے
قرباں ترے، اُس وقت کی تاریکی ہیں   انگشتِ سحر سے دل کو چھونے والے

~~~~~~~~~~~~~~~

(۱۹)

غلطاں ہے سبو میں عکسِ انجم ساقی   دریا میں ہے چاند سے تلاطم ساقی
اس وقت نظر ملا کے دم بھر کیلئے   میں تیرے نثار، اک تبسم ساقی

~~~~~~~~~~~~~~~

(۲۰)

غلطاں ہیں جبینِ شب میں ظلمت کے نکات   غفلت کا فسانہ کہہ رہے ہیں ذرات
جُھرمٹ میں ستاروں کے ہے سرگرمِ سخن   ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ بھیگی ہوئی رات

~~~~~~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~~~~~~

(۲۱)

ہر شمع کو شمعِ طور کر دے ساقی　　اُٹھ ظلمتِ شب کو نور کر دے ساقی
ہر چیز کی دُور سے ہے دنیا میں بہار　　کونین کو مجھ سے دور کر دے ساقی

(۲۲)

کچھ لطفِ شبستاں نہ اُٹھایا تھا ابھی　　ہونٹوں پہ تبسم ہی سا آیا تھا ابھی
ناگاہ سحر نے آہ بھر کر پوچھا　　کس بات پہ جوشؔ مسکرایا تھا ابھی

شہپارے

(۱)

تاریک رات اپنی سیاہی میں جس طرح ہے التجائے نُور کو پنہاں کئے ہوئے
یوں ہی ترے خیال میں بیٹھا ہوا ہوں میں آنکھوں کو بند، دل کو فروزاں کئے ہوئے

(۲)

شب کو اکثر کھو کھلی تاریکیاں میدان کی رُوح پر کرتی ہیں طاری اس طرح خوابِ گراں
دل سمجھتا ہے کہ مجھ پر غم سا ہے چھایا ہوا جس طرح کُہرے پہ ہو جاتا ہے بارش کا گماں

(۳)

سنایا مجھے ایک مطرب نے آج　　وہ نغمہ کہ تھا دل میں سویا ہوا
جوانی کی راتوں میں یادش بخیر　　جسے چھیڑتا تھا کوئی مہ لقا
کچھ اس طرح نغمے کا ہر زیر و بم　　مری سمت آنکھیں اُٹھانے لگا
کسی اجنبی شہر میں جس طرح　　کوئی بھولا بچھڑا ہوا آشنا
سرِ راہ لوگوں کے انبوہ سے　　بڑھے دفعتاً مسکراتا ہوا

(۴)

چاند جب گردوں پہ آتا ہے برافگندہ نقاب
دفعتہً کجلا سے جاتے ہیں ستاروں کے شرار
روبرو یوں ہی جب آجاتا ہے وہ ماہِ تمام
ماند پڑ جاتے ہیں آنکھوں میں سرشکِ انتظار

(۵)

وصل کی راتوں میں اب اس طرح سے آتا ہے یاد
ہجر کے عہدِ زبوں کا گریۂ صبح و مسا
جیسے گہری نیند میں کروٹ بدلتے وقت جوش
کان میں آجائے ہلکی موجِ باراں کی صدا

(۶)

جھٹپٹے کے وقت کوندے کا لپکنا پے بہ پے
ظلمتوں پر مارتا ہے جس طرح تھم تھم کے تیر
یوں ہی وحشتناک عصیاں کی اندھیری رات میں
آدمی کے قلب کو رہ رہ کے ڈستا ہے ضمیر

(۷)

شب کو سُونے جنگلوں میں جگنوؤں کے نُور سے
کانپ کانپ اُٹھتی ہے کچھ یوں تیرگی بے اختیار
جس طرح راتوں کو سینے کی فضائے تنگ میں
نیم جاں اُمید جھپکاتی ہے آنکھیں بار بار

(۸)

شبِ مہ میں جھلک کر سُرمئی بادل کے ٹکڑوں سے
جمالِ ماہِ تاباں یوں کلی پر رقص کرتا ہے
ہجومِ ناز و فرطِ شرم کے طوفان میں جیسے
تبسّم مدبھری آنکھوں سے ہونٹوں پر اُترتا ہے

(۹)

شب کو اک پُرسکون کوچے کا	آ کے موڑ مٹا گیا یوں ناز
جس طرح آئے وقتِ مے نوشی	کان میں مے فروش کی آواز

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

(۱۰)

اس طرح تیرگی میں ہوتا ہے	خوف کا قلبِ طفل میں آغاز
جس طرح رات کی خموشی میں	سائیکل کی اُتار پہ آواز

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

۱۱

وقتِ شب کچھ اور بھی تاریک کر جاتا ہے یوں
اپنی چمکائی ہوئی ظلمت کو موٹر کا غبار

جس طرح کاندھے پہ رکھکر بات دم بھر کو خوشی
دوش پر، غم کا نیا اک اور رکھ جاتی ہے بار

(۱۲)

رات ہے اور چاند مُجرے کے ‏ ‏ سُرخ شیشوں سے آرہا ہے نظر
قطرۂ گریہ سے چشمِ عاشق میں ‏ ‏ جیسے روئے نگار وقتِ سفر

(۱۳)

رہرووں کو دور سے پہچاننے کے واسطے
سعی کی جاتی ہے یوں دھندلی شبِ مہتاب میں
جس طرح انسان کی سیرت پرکھنے کے لئے
ٹھوکریں کھاتی ہیں نظریں ظاہری آداب میں

رات کا وقت گاؤں کا میداں　　سادہ رُخ، سرد، سرنگوں، ہنساں
سلسلے کوہسار کے تا دُور　　سامنے صرف اک غنودہ کھجور
جیسے اک تشنۂ جواب، سوال　　جیسے غربت میں دوستوں کا خیال

(۱۵)

رات ہوتے ہی یہ کیسا ہو گیا ہے آسماں
حاشیے پر روشنی ہے بیچ میں تاریکیاں
کیوں نڈر ہو کر نہ میں کہہ دوں کہ یہ طرفہ سماں
ہُو بہو ایسا ہے جیسے عہدِ حاضر کے جوال

آپ کو نیند آئی جاتی ہے

ختم ابھی دل کی واردات نہیں

(جوشؔ)